عبادات سے متعلق متجددانہ رجحانات پر نقد و تجزیہ کا تحلیلی مطالعہ

(An Analytical & Critical Study of Modern Trends in Worship)

محمد شہباز[1]

حافظ محمد حسان[2]

Abstract:

In all religions, after faith, worship is given the highest importance. In fact, the two are inseparable and cannot be separated from each other. It is another matter that one is superior to the other in terms of status. Belief is the motivator of worship, its cause and effect, and worship is its food. Therefore, it is equally evident that the lack or weakness of a person in worship is an indication that his faith is just as weak, even if the self-deception of his nature. No matter how much one avoids confessing, faith is a tree and worship is its fruit, and a tree is known by its fruit. Worship is the ultimate limit of humility and reverence. In this article, we are going to present a critical and analytical study of modern trends about Ismalmic meditations.

Keywords: *worship, meditation, modern trends, reverence, belief*

لفظی معنیٰ کے اعتبار سے عبادت عربی زبان کے لفظ 'عبد' سے مشتق ہے اور اس کا معنیٰ آخری درجے کی عاجزی وانکساری ہے۔ امام راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں:

" العبادة ابلغ منها لانها غاية التذلل۔"[3]

"عبادت عاجزی وفروتنی کی انتہا کا نام ہے۔"

اصطلاحی معنیٰ کے اعتبار سے شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں عبادت صرف ایسے فعل کا نام ہے جو کسی کی نسبت معبود ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کے لئے تعظیم، عاجزی اور فروتنی کے اظہار کی خاطر صادر ہو۔ قرآن مجید کے اسلوب پر ہم غور کریں تو" اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ"[4]

---

[1] ۔ پی ایچ ڈی سکالر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا

[2] پی ایچ ڈی سکالر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا

[3] راغب اصفہانی، ابو القاسم، الحسین بن محمد، المفردات تحقیق: صفوان عدنان (بیروت، مکتبہ دار القلم، 2015ء) ص:395۔

[4] الفاتحہ 1: 5۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ ہر طرح کی حمد و ثنا کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا، بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے اور اس آیت سے بندوں کو سکھایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بندگی کا اظہار یوں کرو کہ اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں کیونکہ عبادت کا مستحق صرف تو ہی ہے اور تیرے علاوہ اور کوئی اس لائق ہی نہیں کہ اس کی عبادت کی جاسکے اور حقیقی مدد کرنے والا بھی تو ہی ہے۔ تیری اجازت و مرضی کے بغیر کوئی کسی کی کسی قسم کی ظاہری، باطنی، جسمانی روحانی، چھوٹی بڑی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کلمہ پڑھ لینے کے بعد ان پر مختلف قسم کی عبادات کو فرض فرمایا ہے جس میں سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی اور دیگر عبادات شامل ہیں، اور پھر ان تمام کی تمام عبادات کے طور طریقے اور اور ان کے مقررہ اوقات وغیرہ بھی اپنے آخری پیغمبر جناب محمدؐ کے ذریعے ہمیں سکھلائے ہیں، اور عبادت کی قبولیت کے لئے یہ شرط بھی عائد فرمائی ہے کہ عبادت صرف اور صرف وہ قبول ہوگی جو اسوہ رسول ﷺ کے مطابق ہوگی۔ "وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا"[5] "آپ کے رب نے فیصلہ فرمادیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔" اور اسی طرح "نَعۡبُدُ اِلٰـہَکَ وَ اِلٰـہَ اٰبَآئِکَ اِبۡرٰہٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ"[6] " ہم عبادت کریں گے، آپ کے الہ کی اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق کے الہ کی۔ قرآن مجید کے یہ چند ایک وہ مختلف مقامات ہیں جہاں پر اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق کا مقصد اپنی عبادت بیان کیا ہے اور عبادت کا معنیٰ وہی ہوگا جو قرآن وسنت میں موجود ہے اور قرآن وسنت میں عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے جو اس کے نبیؐ کے طریقے کے مطابق کی جائے گی۔

نماز سے متعلق متجددانہ رجحان اور اس کا نقد

قرآن مجید کے بے شمار مقامات ایسے ہیں جہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا تذکرہ فرمایا ہے جو کہ جن وانس کی تخلیق کا مقصد حقیقی بھی ہے جب کہ متجددانہ رجحانات کے حاملین نے عبادت کا معنیٰ و مفہوم، اور عبادت کی تعبیر و تشریح ایسی کی ہے جو کہ جمہور آئمہ دین اور سلف صالحین کے نہ صرف مخالف ہے بلکہ سرے سے دین اسلام کی شکل کو بگاڑ دینے کے مترادف ہے۔ ان کے نزدیک اقامت صلوۃ سے مراد ایسے نظام یا معاشرہ کا قیام ہے جس میں قوانین خداوندی کا اتباع کیا جائے تو آیئے ہم ذیل میں ایسے لوگوں کو تذکرہ کرتے ہیں ہیں جن کا کہنا یہ ہے کہ مسلمانوں میں پانچ نمازوں کا تصور حدیث کی بعد میں اٹھنے والی لہر کا نتیجہ ہے قرآن میں یہ کہیں مذکور نہیں نمازوں کو بلا کسی تبدیلی و متبادل کے پانچ مقرر کرنا پیغمبر اسلام کے زمانے کے بعد کی ایجاد ہے نمازیں بنیادی طور پر تین تھیں، لیکن نمازوں کو پانچ قرار دینے

---

[5] الاسراء 17:23۔

[6] البقرۃ 2: 133۔

کے تصور کی تائید میں گردش میں آنے والی حدیث کی لہر اس حقیقت کو بہا لے گئی۔[7] اللہ کے نظام ربوبیت کے قیام کے لئے ایمان کے بعد دوسری کڑی یہ ہوتی ہے کہ اس معاشرہ میں ایسی فضا پیدا کی جائے، جس سے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یہی تصور آنکھوں کے سامنے رہے۔

اس کا نام قرآن کی اصطلاح میں اقامت صلاۃ ہے،[8] قرآن مجید کی ایک خاص اصطلاح 'اقامت صلاۃ' ہے جس کے عام معنیٰ نماز پڑھنا یا نماز قائم کرنا لئے جاتے ہیں، لفظ صلاۃ کا مادہ (ص-ل-و) ہے جس کے معنیٰ کسی کے پیچھے پیچھے چلنے کے ہیں اس لئے صلاۃ میں قوانین خداوندی کے اتباع کا مفہوم شامل ہے، اس کے علاوہ اقامت صلاۃ کا مطلب یہ ہو گا کہ ایسا نظام یا معاشرہ کا قیام جس میں قوانین خداوندی کی اتباع کی جائے، یہ اس اصطلاح کا وسیع اور جامع مفہوم ہے[9] متجددانہ رجحانات کے حاملین کا یہ موقف قرآن وسنت کی نصوص سے متصادم ہے کیونکہ نماز ہی وہ عبادت ہے جو بندے اور کفر کے درمیان حد فاصل ہے جب نماز کا ہی انکار کر دیا جائے تو پھر اسلام کی ساری عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ناقدین نے متجددانہ رجحانات کے حاملین کا نقد کرتے ہوئے قرآن وسنت سے دلائل ذکر کئے ہیں ناقدین کے نزدیک اقامت دین کے مفہوم کو "اقامت صلاۃ" کا نام دیتے ہوئے، اسے ایک وسیع نظام (نظام ربوبیت) قرار دینا، قرآن کریم کی ان آیات سے صریحا ٹکراتا ہے جن میں اقامت صلوۃ کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے۔ یہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر منکرین حدیث کی اس جسارت پر غور کریں کہ وہ نماز پڑھنے کا مذاق اڑاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ نماز جو آج مسلمان پڑھ رہے ہیں، یہ سرے سے وہ چیز ہی نہیں ہے جس کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے، ان کا موقف ہے کہ قرآن مجید تو اقامت صلاۃ کا حکم دیتا ہے، اس سے مراد نماز پڑھنا نہیں بلکہ نظام ربوبیت قائم کرنا ہے۔ اب ذرا ان سے پوچھئے کہ وہ کونسا نرالہ نظام ربوبیت ہے جسے یا تو طلوع آفتاب سے پہلے قائم کیا جا سکتا ہے یا پھر زوال آفتاب کے بعد کچھ رات گزرنے تک؟ اور وہ کونسا نظام ربوبیت ہے جو خاص جمعہ کے دن قائم کیا جانا مطلوب ہے؟" يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ۔۔۔۔۔ تَعْلَمُوْنَ " اور نظام ربوبیت کی آخر وہ کونسی خاص قسم ہے کہ اسے قائم کرنے کے لئے آدمی کھڑا ہو تو پہلے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دھولے اور سر پر مسح کر لے ورنہ وہ اسے قائم نہیں کر سکتا؟" اِذَا قُمتُم اِلَى الصَلاةِ "اور نظام ربوبیت کے اندر آخر

---

[7] ڈاکٹر فضل الرحمن، اسلام (یونیورسٹی آف شکاگو، 2002ء) ص:28۔

[8] غلام احمد پرویز، نظام ربوبیت (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 1999ء) ص: 147-148۔

[9] ایضاً، قرآنی فیصلے، (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، س ن)، 1: 7۔

یہ کیا رخصت ہے کہ اگر آدمی حالت جنابت میں ہو تو جب تک غسل نہ کرلے، اسے قائم نہیں کر سکتا؟" یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ۔۔۔ وَلَاجُنُبًا "اور یہ کیا معاملہ ہے کہ اگر آدمی عورت کو چھو بیٹھا اور پانی نہ ملے تو اس عجیب وغریب نظام ربوبیت کو قائم کرنے کے لئے اسے پاک مٹی پر ہاتھ مار کر اپنے چہرے اور منہ پر ملنا ہو گا "أَوْلَامَسْتُمُ النِّسَاءَ "پھر یہ کیا لطف ہے کہ اگر جنگ کی حالت ہو تو فوج کے آدھے سپاہی ہتھیار لئے ہوئے، امام کے پیچھے نظام ربوبیت قائم کرتے ہیں اور آدھے دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہیں۔[10] پرویز صاحب کے حوالے سے مولانا عبد الرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں آپ صلوۃ کو نماز کہنے کو غلط سمجھتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مجوسیوں کا ہے۔ آپ نماز کی بجائے قیام صلوٰۃ کی اصطلاح تجویز فرمایا کرتے ہیں۔اس اصطلاح سے آپ کی مراد وہ اجتماعیات موقتہ ہیں جو نظام ربوبیت کی یاد میں بپا کئے جاتے ہیں یہ کتنے عرصے بعد ہونے چاہییں یا دن میں کتنی بار ہوں؟ یہ بات آپ نہیں بتایا کرتے نیز پرویز صاحب فرماتے ہیں "کہ نماز میں قیام رکوع سجود اس لئے کئے جاتے ہیں کہ ان اجتماعیات کرنے والوں کے سینوں میں جذبات کا تلاطم اٹھ رہا ہوتا ہے۔لہٰذا ان کو اظہار جذبات کے طور پر ایسے کام کرنا پڑتے ہیں۔[11] متجددانہ رجحانات کے حاملین کے اس موقف کا رد کرتے ہوئے علما محققین نے دلائل سے نقد پیش کیا ہے متجددانہ رجحانات کے حاملین صلوۃ کو نماز کہنے سے گریز کرتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ یہ مجوسیوں کی اصطلاح ہے اس اصطلاح سے مراد وہ اجتماعیات موقتہ ہیں جو نظام ربو بیت کی یاد میں بپا کئے جاتے ہیں۔یہ کتنے عرصے بعد ہونے چاہییں یا دن میں کتنی بار ہوں؟۔یہ بات وہ ذکر نہیں کرتے نیز ان کا موقف یہ بھی ہے کہ نماز میں قیام رکوع سجود اس لئے کئے جاتے ہیں کہ ان اجتماعیات کرنے والوں کے سینوں میں جذبات کا تلاطم اٹھ رہا ہوتا ہے۔لہٰذا ان کو اظہار جذبات کے طور پر ایسے کام کرنا پڑتے ہیں۔[12] انہوں نے نماز کے مختلف معانی بیان کر کے نماز کو عبادت کی بجائے سرے سے معاشرتی ارتقاء کا نام دیا ہے مثلاً "نماز سے مراد اقامت صلوٰۃ، صلاۃ بمعنیٰ صراط مستقیم پر چلنا، صلوٰۃ بمعنیٰ اطعام مسکین، صلوٰۃ بمعنیٰ تشکیل معاشرہ بر قوانین الٰہیہ، اور کبھی اقامت صلاۃ سے مراد باہمی تعاون ذکر کیا ہے۔"[13]

مزید لکھتے ہیں:

---

[10] مولانا مودودی، تفہیم القرآن (لاہور، ادارہ ترجمان القرآن 1949ء)، 3: 234۔

[11] عبد الرحمن کیلانی، آئینہ پرویزیت، (لاہور: مکتبۃ السلام، 2014ء) ص: 619۔

[12] ایضاً۔

[13] غلام احمد پرویز، سلیم کے نام خطوط (لاہور، طلوع اسلام ٹرسٹ، 1999ء)، 1: 167۔

" خدا کے نظام ربوبیت کے لئے ایمان کے بعد دوسری کڑی یہ ہوتی ہے کہ اس معاشرہ میں ایسی فضا پیدا کی جائے، جس سے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یہی تصور آنکھوں کے سامنے رہے اس کا نام قرآن کی اصطلاح میں اقامت صلاۃ ہے۔"[14]

نماز سے متعلق بحث کا تجزیہ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ صمدیت میں اس کی بے پناہ جود و کرم اور فضل ورحمت کی خیرات طلب کرنے کے لئے کمال خشوع وخضوع کے ساتھ سر تاپا التجا بنے رہنے اور اس کی بندگی بجالانے کو صلوٰۃ اور تسبیح وتمہید میں مصروف نظر آتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ۔"[15]

کیا تم نے نہیں دیکھا آسمان وزمین کا سب کچھ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور پرندے بھی فضاؤں میں پر پھیلائے ہوئے اسی کی تسبیح بیان کرتے ہیں، ہر ایک اللہ کے حضور اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے۔ نماز دین اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد یہ رکن اہم ترین ہے۔ اس کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، جو شب معراج کے موقعہ پر فرض کی گئی۔ قرآن مجید کے متعدد مقامات پر صیغہ امر کے ساتھ صریحا نماز کا حکم وارد ہوا ہے چند آیات ملاحظہ ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:" وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِينَ۔"[16] "اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ" ارشاد خداوندی ہے: وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي[17] اور میری یاد کی خاطر نماز قائم کرو۔ اسی طرح بے شمار احادیث نبویہ ﷺ میں بھی نماز کی اہمیت وفضیلت کے ساتھ ساتھ تارک نماز کے لئے بے شمار وعیدوں کو بھی ذکر کیا گیا ہے مندرجہ بالا دلائل سے ہم اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ متجددانہ رجحانات کے حاملین نے قرآن مجید میں وارد لفظ صلوٰۃ کے جو معانی بیان کئے ہیں اس میں انہوں نے نماز کے مختلف معانی بیان کر کے نماز کو عبادت کی بجائے سرے سے معاشرتی ارتقاء کا نام دیا ہے وہ نماز سے مراد اقامت صلوٰۃ، صلاۃ بمعنیٰ صراط مستقیم پر چلنا، صلوٰۃ بمعنیٰ اطعام مسکین، صلوٰۃ بمعنیٰ تشکیل معاشرہ بر قوانین الٰہیہ، اور کبھی اقامت صلاۃ سے مراد باہمی تعاون ذکر کیا ہے اور ان کے نزدیک خدا کے نظام ربوبیت کے لئے ایمان کے بعد دوسری کڑی یہ ہوتی ہے کہ اس معاشرہ میں ایسی فضا پیدا کی جائے، جس سے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یہی تصور

---

[14] پرویز، سلیم کے نام خطوط، 1: 167۔

[15] النور، 24 : 41۔

[16] البقرہ، 2 : 43۔

[17] طہٰ، 20 : 14۔

آنکھوں کے سامنے رہے اس کا نام قرآن کی اصطلاح میں اقامت صلاۃ ہے۔ناقدین علما محققین نے متجددانہ رجحانات کے حاملین کی طرف سے بیان کئے گئے تمام معانی ومفاہیم کا نقد کیا ہے کیونکہ ان کے بیان کردہ یہ معانی نماز کے متعلق اسلامی تعبیرات اور قرآن وسنت کی واضح نصوص قطعیہ کے مخالف ہیں لہذا منصفانہ تجزیہ سے جس نتیجے تک ہم پہنچتے ہیں وہ یہ ہے کہ متجددانہ رجحانات کے حاملین کے پاس اپنے موقف پر کوئی دلائل نہیں ہیں، بلکہ صرف اور صرف قرآن وسنت کے فہم سے دوری یا ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے۔

تسبیحات نماز اور دعائیں غیر عربی زبان میں پڑھنے سے متعلق متجددانہ رجحان اور اس کا نقد

نماز کے اذکار اور دعائیں مکمل طور پر جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ ہیں جو صرف عربی زبان میں ہی منقول ہیں لہذا حالت نماز میں الفاظ نماز کی طرح، کوئی بھی اور ذکر یا دعا جو نماز میں کی جائے گی وہ صرف اور صرف عربی زبان ہی میں کی جائے گی کیونکہ نماز کا مکمل طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ ہے اس میں اپنی طرف سے کسی قسم کی کمی وپیشی کی کوئی گنجائش کسی امتی کے لئے جائز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ جناب آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"صلوا کما رائتمونی اصلی"[18]

"نماز اس طرح پڑھو، جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔"

اس حدیث سے نماز کی حرکات وسکنات کے ساتھ ساتھ نماز کے مکمل اذکار اور دعائیں بھی وہی پڑھنی ہوں گی ،جو جناب رسول کریم ﷺ نے ہمیں بتلائیں اور سکھلائیں ہیں، اور یہاں تک نئے مسلمان آدمی کے بارے میں یہ موقف اپنایا جاتا ہے کہ وہ شخص فوری طوری پر نماز کیسے پڑھے ؟تو اس کا جواب یہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اسے دین اسلام کی محبت سے آشنا فرما کر اسلام کی دولت سے بہرہ ور فرمادیا ہے تو اس کے لئے کوئی مشکل امر نہیں ہے کہ وہ نماز کو یاد کر سکے، اور اگر نماز پڑھنے یاد کرنے میں اس کے لئے دشواری ہو رہی ہے تو یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ایسے شخص کے لئے دوہرا اجر بتلایا گیا ہے۔[19] جب کہ متجددانہ رجحان کے حاملین کے نزدیک نماز کے لئے شریعت کے مقرر کردہ اذکار موجود ہیں، ان کی زبان عربی ہے اور نماز کے اعمال ہی کی طرح یہ بھی اجماع اور تواتر عملی سے ثابت ہیں، ان کے نزدیک نماز پڑھنے والا جس زبان میں چاہے، تسبیح وتحمید اور دعا ومناجات کی نوعیت کا کوئی ذکر اپنی نماز میں کر سکتا ہے۔[20] چونکہ متجددانہ رجحانات کے حاملین کا یہ دعویٰ غلط اور بے بنیاد ہے کہ نماز میں تسبیحات اور دعائیں غیر عربی زبان میں بھی ہو سکتی ہیں کیونکہ نماز میں دعا صرف عربی زبان

---

[18] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1209۔

[19] ایضاً رقم الحدیث:1235۔

[20] جاوید احمد غامدی، میزان (لاہور: المورد ادارہ علم وتحقیق، 2019ء) ص:293۔

ہی میں مانگنے پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ علما محققین نے کتاب وسنت سے اس پر دلائل ذکر فرمائے ہیں جن سے ہر عام وخاص بخوبی جان سکتا ہے کہ جیسے نماز کے اوقات، نماز کی دعائیں اور دیگر تسبیحات ماثور ہیں ایسے ہی نماز کی دعاوں اور اذکار صلاۃ کی زبان بھی صرف اور صرف عربی ہے۔ ایک مسلمان کا تعلق خواہ کسی بھی زبان، قوم وملت سے ہو،اِس عربی زبان کے علاوہ کسی بھی دوسری زبان میں نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ اور موقف پر فقہاء اسلام کا اتفاق بھی ہے جیسا کہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں "یکون الدعاء بالعربیۃ باتفاق الفقہاء"[21] "اس پر تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ نماز کے اندر ہر دعا عربی زبان میں ہی مانگی جائے گی۔" اسی موقف کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر سید خالد جامعی لکھتے ہیں کہ ایک مذہب کے اپنی اصل شکل اورروح کے ساتھ برقرار رہنے کا انحصار زیادہ تر اس بات پر ہے کہ اس کی تعلیم اپنے اصل الفاظ میں محفوظ رہے۔ ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں کبھی اصل کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ نہ اصل کی پوری روح اور اس کی کامل معنویت دوسری زبان میں منتقل کی جاسکتی ہے۔ ترجمہ ہر شخص اپنی فہم کے مطابق کرے گا اور دو مترجموں کے ترجمے کبھی متفق نہ ہوسکیں گے۔ یہ معاملہ تو انسانی تصنیفوں کے ترجمے میں ہم آئے دن دیکھتے ہیں۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کے کلام اور پیغمبرانہ الفاظ کو پوری روح اور معنویت کے ساتھ دوسری زبان میں منتقل کیا جاسکے اور یہ کہا جاسکے کہ یہ ترجمہ اصل کا قائم مقام ہے،دنیا کے مذاہب کو بگاڑنے میں ایک بہت بڑا دخل اس چیز کا ہے کہ ان کی ساری بنیادی کتابیں اپنی اصلی زبان میں محفوظ نہیں رہیں اور ان کے پیروؤں کا سارا انحصار مختلف زبانوں کے مختلف ترجموں پر ہوگیا جن میں باہم کوئی موافقت نہیں ہے اور جن کے اندر آئے دن ترمیم ہوتی رہتی ہیں۔ مسلمانوں کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ ان کے مذاہب کا مدار جس کتاب پر اور جس پیغمبر کی تعلیمات پر ہے وہ کتاب بھی اپنی اصل زبان میں موجود ہے اور اس پیغمبر کی تعلیمات بھی اسی زبان میں محفوظ ہیں جس میں وہ دی گئی ہیں۔ اب یہ ہماری طرف سے بڑی نادانی ہوگی کہ ہم اس نعمت کی قدر نہ کریں، اور اپنے مذہب کا مدار بھی ترجموں ہی پر رکھنے کا دروازہ کھول دیں۔ سب سے بڑی طاقت جو ہمیں قرآن مجید اور تعلیم پیغمبر سے وابستہ رکھتی ہے، یہی نماز ہے جسے ہم روزانہ پانچ وقت پڑھتے ہیں۔ اس کی زبان بدل دینے کے بعد مشکل ہی سے اپنے دین کے اصلی سرچشموں سے ہمارا رشتہ قائم رہ سکے گا۔[22]

---

[21] الدکتور وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلۃ، (بیروت: دار العلم) 1: 723۔

[22] ڈاکٹر سید خالد جامعی، مقالات جامعی (کراچی: دار التحقیق برائے علم ودانش، 2016ء) 2: 21۔

ایک مذہب کو محفوظ رکھنے کے لیے یہ چیز بھی نہایت ضروری ہے کہ اس کی عبادات اپنی اصلی شکل پر قائم رہیں اور لوگ ان کے اندر اپنے حسب منشا ردّو بدل کر لینے میں آزاد نہ ہوں۔مذہب کا سب سے اہم حصہ اس کی عبادات ہوتی ہیں۔انہی کے اتباع اور احترام اور التزام سے بقیہ تعلیمات دین کو قوت نافذہ حاصل ہوتی ہے اور خود ان عبادات کو جو چیز پیروان مذہب کے لیے مقدس و محترم اور واجب الاتباع بناتی ہے وہ یہ یقین ہے کہ ان کا ہر جزو اور ہر لفظ اس اقتدار اعلیٰ کا مقرر کردہ ہے جس پر وہ ایمان لائے ہیں۔یہ یقین ایسی صورت میں ختم ہوجائے گا جب کہ عبادت کی شکلیں اور ان کے الفاظ مقرر کرنے میں لوگوں کی اپنی رائے اور مرضی کا دخل شروع ہوجائے گا، اوراس کے متزلزل ہوتے ہی پورے دین کے مسخ ہونے اوراس کے احکام کی پیروی سے لوگوں کے آزاد ہونے کاراستہ کھل جائے گا۔تیسری اہم بات یہ ہے کہ تمام دنیا میں ہر قوم اور ہر ملک کے لیے اور ہر زبان بولنے والوں کے لیے اذان اور نماز کی ایک ہی زبان ہونا وہ عظیم الشان قوت رابطہ ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک ملت اور عالمگیر برادری بناتی ہے۔آپ خواہ اس کرہ زمین کے کسی گوشے میں چلے جائیں، اذان کی آواز سنتے ہی محسوس کرلیں گے کہ یہاں آپ کی ملت کا کوئی شخص یا گروہ ہے اور وہ نماز کے لیے بلا رہا ہے۔نماز کے لیے آپ جہاں بھی جائیں گے وہی ایک جانی پہچانی آواز سنیں گے خواہ آپ لندن میں ہوں یا نائجیریا میں یا انڈونیشیا میں۔اپنے ساتھی مسلمانوں کی زبان کا ایک لفظ بھی چاہے، آپ نہیں جانتے ہوں، مگر نماز میں نہ آپ ان کے لیے اجنبی ہوں گے نہ وہ آپ کے لیے۔اس کی بجائے اگر نماز ہر ایک اپنی مادری زبان میں پڑھنے لگے اور اذان بھی ہر جگہ مقامی زبان ہی میں دی جانے لگے تو یہ عالمگیر برادری بے شمار چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہوجائے گی۔براعظم ہندو پاکستان میں تین سو سے زائد زبانیں ہیں۔صرف اسی سرزمین میں ایک مسلم ملت کے اتنے ہی ٹکڑے ہوجائے گے جتنی یہاں زبانیں ہیں، اور ایک مسلمان اپنے علاقے سے باہر نکل کر نہ اذان کو پہچان سکے گا، نہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھ سکے گا۔یہی کیفیت دنیا کے دوسرے خطوں میں پیش آئے گی۔اور پھر حج کے موقع پر تو شاید منارہ بابل کی سی حالت رونماہو۔سید خالد جامعی کے مطابق" یہ دراصل مسلمانوں میں اسی (Nationalistion of The Church) کی ابتدا ہوگی جس میں مسیحی دنیا مبتلا ہو کر نبرد آزما قومیتوں میں بٹ گئی۔کیا آپ کو اس نعمت کا احساس نہیں ہے کہ قوم پرستی، نسل پرستی، رنگ پرستی اور زبان پرستی سے پارہ پارہ ہوجانے والی انسانیت کے لیے اسلام نے عالمگیر وحدت کا یہ کتنا بڑا ذریعہ پیدا کیا ہے جو دنیا بھر کے لیے عربی اذان، عربی نماز، عربی کلمہ اور عربی زبان کی چند معروف اور مشترکہ مذہبی اصطلاحات کی شکل میں آپ کو نظر آرہا ہے؟ اسی "سرکاری زبان" کی بدولت ہی تو مسلمان ہر جگہ مسلمان کو پہچانتا اور اس کے ساتھ اس طرح مل جاتا ہے جیسے ازل سے ان روحوں

میں کوئی قریبی رشتہ ہو"۔[23]جہاں تک نماز کو پڑھنے کی ضرورت کا تعلق ہے۔اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔مگر یہ ضرورت اس بڑے نقصان کو، جس کا میں اوپر ذکر کرچکا ہوں، انگیز کیے بغیر بھی پوری کی جاسکتی ہے۔نماز کے لیے قرآن کی چند سورتیں کافی ہیں اور قرآن مجید کے سوا باقی تمام اذکار جو نماز میں پڑھے جاتے ہیں، صرف چند فقروں پر مشتمل ہیں۔ان کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا ترجمہ بآسانی ذہن نشین کیا جاسکتا ہے اور اس طرح وہ ضرورت پوری ہوجاتی ہے جسے آپ بجا طور پر روحانی قدر سے تعبیر کرتے ہیں۔

تسبیحات نماز اور دعائیں غیر عربی زبان میں پڑھنے سے متعلق بحث کا تجزیہ

متجددانہ رجحانات کے حاملین نے اپنے دیگر رجحانات کے ساتھ ساتھ نماز میں ثابت شدہ اور مقرر اذکار کے علاوہ کوئی بھی دعا ومناجات کی نوعیت کا ذکر عربی زبان کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی نماز میں پڑھنے کا موقف اپنایا ہے۔یہ موقف درست نہیں ہے کیونکہ نماز کے اذکار اور دعائیں مکمل طور پر جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ ہیں جو صرف عربی زبان میں ہی منقول ہیں لہذا حالت نماز میں الفاظ نماز کی طرح کوئی بھی اور ذکر یا دعا جو نماز میں کی جائے گی وہ صرف اور صرف عربی زبان ہی میں کی جائے گی کیونکہ نماز کا مکمل طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ ہے اس میں اپنی طرف سے کسی قسم کی کمی وبیشی کی کوئی گنجائش کسی امتی کے لئے جائز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: "صلوا کما رایتمونی اصلی"[24] نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو،اس حدیث سے نماز کی حرکات وسکنات کے ساتھ ساتھ نماز کے مکمل اذکار اور دعائیں بھی وہی پڑھنی ہوں گی جو جناب رسول کریم ﷺ نے ہمیں بتلائیں اور سکھلائیں ہیں، اوریہاں تک نئے مسلمان آدمی کے بارے میں یہ موقف اپنایا جاتا ہے کہ وہ شخص فوری طور پر نماز کیسے پڑھے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اسے دین اسلام کی محبت سے آشنا فرما کر اسلام کی دولت سے بہرہ ور فرمادیا ہے تو اس کے لئے کوئی مشکل امر نہیں ہے کہ وہ نماز کو یاد کرسکے، اور اگر نماز پڑھنے یاد کرنے میں اس کے لئے دشواری ہو رہی ہے تو یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ایسے شخص کے لئے دوہرا اجر بتلایا گیا ہے۔[25] زمانہ نبویؐ میں بھی لوگ دور دراز سے آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور قبول اسلام کے ساتھ نماز بھی سیکھتے تھے۔ اور اس بات میں بھی کوئی شک

[23] ڈاکٹر سید جامعی، مقالات جامعی،2: 23۔

[24] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1209۔

[25] ایضاً، رقم الحدیث:1235۔

نہیں وہ لوگ بھی زبان وبیان کے لحاظ سے مختلف علاقوں، نسلوں، خاندانوں، قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے، جبکہ عصر حاضر میں تو ہر جگہ جدید ذرائع موجود ہیں جو آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی موجود نہ تھے مثلاً ٹیپ ریکارڈ، انٹرنیٹ، ٹیلی ویژن، اسلامک میڈیاز کے علاوہ ہر گلی محلے میں مساجد، مدارس، علماء دین اور طلبائے اسلامیہ کی کوئی کمی نہیں ہے، اب تو ہر گھر ہر دفتر میں باآسانی ایسے بیسیوں افراد میسر ہیں، کہ جن کے ذریعے بہت جلد اور آسان ذرائع سے مکمل مسنون طریقے سے نماز سیکھی اور یاد کی جاسکتی ہے، پھر کونسی ایسی پریشانی اور مجبوری ہے کہ جس کے پیش نظر متجددانہ رجحانات کے حاملین اصحاب کسی بھی زبان میں نماز پڑھنے کی سر عام اجازت دے رہے ہیں۔اس بحث کے بعد ہم جس نتیجے پر پہنچتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا موقف قرآن مجید اور سنت نبویہؐ سے متصادم، فہم اسلاف اور بعید از دین حنیف ہے۔

سابقہ امتوں میں حکم تیمم سے متعلق متجددانہ رجحان اور اس کا نقد

تیمم کے معنی قصد وارادہ کرنے کے ہیں۔شریعت میں تیمم سے مراد ہاتھوں کو مٹی پر مار کر وضو کرنا اور ہاتھوں پر پھیرنا ہے۔[26] تیمم کا ثبوت قرآن، حدیث وسنت اور اجماع امت تینوں سے ملتا ہے۔ تیمم کی اجازت صرف حضور ﷺ کی امتِ مسلمہ کے ساتھ خاص ہے [27] اس سے پہلے کسی امت کی شریعت میں تیمم جائز نہیں تھا۔لیکن متجددانہ رجحانات کے حاملین کے علم و نظر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ یہ باطل دعویٰ کرتے ہیں کہ نماز کی طرح تیمم کا حکم بھی پہلے نبیوں اور ان کی تمام امتوں میں موجود تھا اور قرآن مجید نے صرف اسکی یاد دہانی کروائی ہے۔ ان کے موقف کے مطابق نماز کے لئے جن چیزوں کا اہتمام ضروری ہے ان میں نماز پڑھنے والا حالت نشہ میں نہ ہو، وہ اگر عورت ہے تو حیض ونفاس کی حالت میں نہ ہو، وہ باوضو ہو اور حیض ونفاس یا جنابت کے بعد اس نے غسل کر لیا ہو سفر، مرض یا پانی کی نایابی کی صورت میں یہ دونوں مشکل ہو جائیں تو وہ تیمم کر لے، قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز کے لئے کھڑا ہو۔یہ ہیں وہ چیزیں جو نماز کے ضروری ہیں۔تاہم عرب کے لوگ چونکہ سیدنا اسماعیل کے بعد صدیوں تک انبیاء کی ہدایت سے محرومی کے باعث اس طرح کے بعض معاملات میں متنبہ نہیں رہے تھے، اس لئے قرآن مجید نے ان کی تذکیر کے لئے ان میں سے زیادہ چیزیں پوری وضاحت کے ساتھ خود ہی بیان کر دی ہیں [28] متجددانہ رجحانات کے حاملین کا یہ خیال کہ تیمم کا حکم پہلی امتوں میں موجود تھا یہ بالکل غلط اور بے اصل ہے کیونکہ قرآن وسنت کی صریح نصوص کے خلاف ہے یہی وجہ ہے متجددانہ رجحان کے حاملین کے اس موقف کا محاکمہ کرتے ہوئے محقق علمانے اس

---

[26] عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری (قاہرہ: مطبعۃ السلفیۃ) 1: 431۔

[27] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 235۔

[28] غامدی، میزان، 282۔

کی صراحت یوں بیان فرمائی ہے کہ شرح میں تیمم سے مراد نماز کے لئے چہرے اور دونوں ہاتھ کا مسح کرنا ہے[29]۔ تیمم حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کے لئے کفایت کرتا ہے۔اس کی دلیل قرآن مجید[30] کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ ؐمیں بھی موجود ہے۔[31] تیمم امت محمدیہ ؐکی خصوصیت ہے جو کسی اور امت کے لئے جائز نہیں ہے جو سال چھ ہجری میں غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر مشروع ہوا۔ "اس کی دلیل یہ کہ رسول اللہ ؐنے فرمایا:

"اعطیت خمسا لم یعطھن احد قبلی ومنھا جعلت لی الارض مسجدا وطھورا"[32]

"مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں،ان میں سے ایک زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے۔"

امام نووی لکھتے ہیں کہ:

"یہ ایک ایسی خصوصیت اور فضیلت ہے کہ اس کے ساتھ اسی امت محمدیہ ؐکو خاص کیا گیا ہے ،اللہ تعالی نے اس امت کو دوسری امتوں پر شرف کے لحاظ سے ایک بلند مقام عطاء فرمایا ہے، اور اس میں کوئی اور امت شریک نہیں ہے جیسا کہ مشہور احادیث میں رسول اللہ ؐسے اس کی صراحت ہے۔"[33]

اس مسئلہ کی وضاحت درج ذیل محدثین نے بھی کی ہے۔مثلا امام ابن المنذر[34] ابن حجر[35] امام عراقی[36] امام ابن الملقن[37] وغیرہ نے بھی کی ہے۔اگر پانی موجود ہے تو تیمم سے کوئی نماز پڑھنا درست نہیں خواہ وہ نماز فرضی ،نماز عید یا جنازہ ہو۔پانی کی موجودگی میں

---

[29] عسقلانی، فتح الباری،1: 431۔

[30] النساء4: 43۔

[31] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث : 4608 -

[32] ایضاً، رقم الحدیث:235۔

[33] یحیٰ بن شرف النووی، المجموع المھذب (ب، یروت: دار الفکر، س ن) 2: 206۔

[34] سلیمان بن احمد طبرانی، المعجم الاوسط (القاھرہ: مکتبہ ابن تیمیہ، س ن) 2: 11۔

[35] عسقلانی، فتح الباری،1: 236۔

[36] عبد الرحیم بن حسین العراقی، طرح التثریب (بیروت: دار الفکر، س ن) 1: 111۔

[37] محمد بن احمد الذہبی، اعلام النبلاء، (بیروت: مؤسسہ الرسالہ، 1405ھ)،2: 112۔

نماز کے فوت ہونے کے ڈر سے تیمم سے نماز پڑھنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے لہذا بعض لوگوں کا نماز عید اور نماز جنازہ کے فوت ہونے کے ڈر کی وجہ سے پانی کی موجودگی میں تیمم کر کے نماز پڑھنے کو جائز قرار دینا درست نہیں۔ دیکھئے[38] کسی بیماری کی وجہ سے جس میں پانی کے استعمال سے بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ ہو۔[39] جس مٹی سے تیمم کرنا ہے وہ پاک ہو۔[40] اس پر امام ابن المنذر[41] نووی[42] اور ابن تیمیہ[43] نے اجماع نقل کیا ہے۔ قرآن وحدیث تیمم کے وجود کے ساتھ ساتھ تیمم کا مکمل طریقہ اور اعضاء دونوں ہاتھ اور چہرہ ہیں اس کے علاوہ کوئی بھی اعضاء تیمم میں سے نہیں ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ: "**واجمعت الامة علی ان التيمم لا يكون الا فی الوجه واليدين سواء كان فی حدث اصغر او اكبر**" "امت اس بات پر متفق ہے کہ تیمم صرف چہرے اور ہاتھوں میں ہوتا ہے خواہ وہ حدث اصغر کی وجہ سے یا حدث اکبر کی وجہ سے"۔[44]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ غزوہ ذات السلاسل میں سردی سے ڈرے انھوں نے تیمم کیا اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی تو انھوں نے اس پر انکار کیا اور انھوں نے اس کی خبر رسول اللہ ؐ کو دی تو آپ نے پوچھا اے عمرو! تو نے اپنے ساتھیوں کو جنابت کی حالت میں نماز پڑھائی ہے ؟انھوں نے کہا ؟اے اللہ کے رسول مجھے اللہ تعالی کا فرمان یاد آیا: کہ تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔[45] جناب رسول اللہ ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے۔[46] اس کو ابن حبان[47] حاکم اور ذھبی[48] اور ابن الملقن[49] نے صحیح کہا ہے۔ اس کے علاوہ صحیح مسلم میں جناب سیدنا ابوہریرہ کی روایت ہے کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا:

---

[38] محمد بن ابراہیم ابن المنذر، الاوسط فی السنن والاجماع (الریاض،: دار طیبہ، 1985ء) 2: 245۔

[39] النساء4: 43۔

[40] النساء4 : 43۔

[41] ابن المنذر، الاوسط2: 40۔

[42] النووی، المجموع،2: 216۔

[43] احمد بن عبد الحلیم، ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی (السعودیہ: وزارۃ الشؤون الاسلامیہ والدعوۃ والاشاد، 2004ء) 21 :348۔

[44] یحی بن شرف النووی، شرح مسلم (بیروت،: دار احیار التراث العربی، 1392ھ) 2: 81۔

[45] النساء4: 29۔

[46] احمد بن حنبل، المسند (الریاض: دار المنہاج، الطبعۃ الاولی، 1432ھ) 4: 203۔

[47] محمد بن حبان، الصحیح (بیروت: مؤسسہ الرسالہ، 1414ھ) 2: 432۔

[48] ابن حبان، الصحیح 1: 177۔

[49] عمر بن علی ابن الملقن، البدر المنیر (السعودیہ: دار الہجرہ، 2004ء) 2: 633۔

"مجھے چھ چیزوں کے ذریعے دیگر انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے، مجھے جوامع الکلم (مختصر مگر جامع کلمات) دیے گئے ہیں، رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے، میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا، ساری زمین کو پاکیزہ چیز اور مسجد بنادیا گیا ہے، مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور میرے بعد نبیوں کا آنا ختم ہو گیا ہے۔"[50]

ان احادیث کی بنا پر اس بات پر اجماع امت ہے کے تیمم کا حکم صرف امت مسلمہ کے ساتھ خاص ہے اور پہلی امتوں میں اسکی اجازت نہ تھی۔اس بارے میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

"تیمم کا حکم امتِ مسلمہ کی خصوصیات میں سے ہے جو چھ ہجری میں غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر مشروع ہوا۔"[51]

سابقہ امتوں میں حکم تیمم سے متعلق بحث کا تجزیہ

شریعت اسلامیہ میں تیمم کا حکم 6ھ غزوہ بنو مصطلق کے موقع پر نازل ہوا۔ جو امت محمدیہ ﷺ کے خواص میں سے ایک ہے۔ پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے تیمم کو اللہ تعالیٰ نے وضو کا بدل قرار دیا ہے۔جبکہ غامدی صاحب کا یہ موقف ہے کہ یہ تیمم کا حکم پہلے انبیاء کی شریعتوں میں بھی موجود تھا متجددانہ رجحانات کے حاملین کے پاس اپنے اس موقف پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے کہ تیمم پہلی امتوں میں بھی موجود تھا اور ان کا یہ موقف عقلی طور پر بھی درست نہیں کیونکہ تیمم کا حکم تو پہلی مرتبہ امت محمدیہ ؐ کے لئے 6ھ غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر نازل ہوا۔ جو حکم نازل ہی بعد میں ہو رہا ہے وہ پہلی امتوں میں کہاں سے آگیا؟اس مسئلہ میں دیانتدارانہ طور پر ہم جس نتیجے تک پہنچتے ہیں وہ یہی ہے کہ حاملین تجدد کا موقف اسلاف امت اور تصریحات اسلام کے خلاف ہے جس کی سب سے بڑی دلیل خود جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اعطیت خمسا لم یعطہن احد قبلی ومنہا جعلت لی الارض مسجدا و طهورا۔"[52]

"مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، ان میں سے ایک زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے۔"

---

[50] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1335۔

[51] وھب زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ (بیروت: دار العلم)، 1: 407۔

[52] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1335۔

آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ پانچ چیزیں ہیں جو صرف اور صرف مجھے دی گئی ہیں اور مجھ سے قبل کسی دوسرے کو نہیں دی گئیں۔ متجددانہ رجحانات کے حاملین میں بعض لوگوں کے موقف کے مطابق اگر تیمم کا یہ حکم پہلی امتوں میں بھی موجود تھا تو پھر آپؐ کی یہ فضیلت اور مقام کس اعتبار سے ہے؟ جبکہ آپؐ کی حدیث کے مطابق "**لم یعطھن احد قبلی**"[53] یہ پانچ چیزیں مجھ سے قبل کسی دوسرے کو نہیں دی گئیں۔

حج کی ادائیگی سے متعلق متجددانہ رجحان اور اس کا نقد

حج ارکان اسلامی میں سے ایک ایسا حکم ہے جسے زندگی بھر میں ایک مرتبہ ادا کرنا لازم ہے، نفس انسانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف راغب کرنے میں اور اس میں للّٰہیت کو فروغ دینے میں تقوی وتدین کے استحکام میں اپنے گھر بار کاروبار اور عزیز رشتہ داروں سے الگ ہو کر صرف اور صرف اللہ کی رضا جوئی کی خاطر حج کے سفر کو اختیار کرنے میں نیز اس صعوبت اور لمبے سفر کو عبادت جان کر طے کرنے میں خاص مقام ومرتبہ حاصل ہے جبکہ متجددانہ رجحانات کے حاملین کے پاس اس فریضہ کو ادا کرنے میں ہر صاحب مال و استطاعت کی بجائے صرف حکومت کی طرف سے طے کردہ لوگوں کو حج کی اجازت دینے کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک حج کا مفہوم یہ ہے کہ تمام دنیا کے انسان، بلا تفریق رنگ ونسل اور بلا امتیاز وطن وزبان، جو اس نصب العین پر ایمان رکھتے ہوں کہ دنیا میں کسی انسان کو دوسرے انسان پر حکومت کا حق نہیں ہے۔ محکومیت صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے قانون کی جائز ہے۔ اپنے اپنے ملکوں سے اپنے نمائندے چنیں، یہ نمائندے اپنے لوگوں میں سے ایک منتخب کردہ امیر کی زیر قیادت مرکز وحدت انسانیت یعنی کعبۃ اللہ کی طرف روانہ ہوں، عرفات کے میدان میں ان تمام نمائندگان کا باہمی تعارف ہو، پھر یہ تمام امراء ملت اپنے میں سے ایک امیر الامراء منتخب کرلیں جو آئندہ سال کے لئے اصولی طور پر مشترکہ پالیسی اختیار کیا جائے اور جو امن وسلامتی انسانیت کا ضامن اور فلاح وسعادت آدمیت کا کفیل ہو۔ ان کا منتخب کردہ امام اپنے خطبہ حج میں اس پروگرام کا اعلان کردے، جو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد یہ تمام نمائندگان مقام منیٰ میں جمع ہو کر اس اصولی پروگرام کی تفصیلات وجزئیات پر غور کریں اور یہ سوچیں کہ ایک دوسرے کے ملک پر اس کا عملی اثر اور رد عمل کیا ہو گا۔ وہاں باہمی مذاکرات بھی ہوں گے اور دعوتیں اور ضیافتیں بھی جس کے لئے قربانی تجویز کی گئی ہے اس کے بعد یہ نمائندگان اپنے اپنے ملکوں کو واپس آجائیں اور اس طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنے اپنے لوگوں کو چلائیں یہ ہے وہ عملی طریقہ جو قرآن کریم نے تمام نوع انسانی کو ایک امت واحد بنانے اور ان کے مسائل حل کرنے کے لئے تجویز کیا ہے۔[54] چونکہ متجددانہ رجحانات کے حاملین کا یہ موقف قرآن وسنت کی نصوص صریحہ اور محدثین واسلاف امت کی تعبیر اسلام سے متصادم ہے اس لئے محققین علمانے اس

---

[53] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1335۔

[54] ڈاکٹر قاسمی، تفسیر مطالب الفرقان کا علمی و تحقیقی جائزہ، (لاہور: معارف اسلامی، 2009ء)، 1: 600۔

موقف پر نقد کیا ہے ڈاکٹر محمد دین قاسمی کے مطابق متجددانہ رجحانات کے حاملین کے حج کا نقشہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ یہ طریقہ حج دور حاضر کی اقوام متحدہ، یا لیگ آف نیشنز کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے، جس میں حج کی مناسک کی ادائیگی تو پس منظر میں چلی گئی ہے اور مختلف مسلم ریاستوں کی "نمائندہ کانفرنس" کا تخیل، حج کا مرکزی اور اساسی مقصد قرار پا گیا ہے، پھر اس نمائندہ کانفرنس کی غایت بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ باہمی مشاورت سے کوئی مشترکہ پالیسی طے کی جائے، اور پھر کسی دوسری جگہ جا کر، اس کی جزئیات وتفصیلات پر غور کرتے ہوئے، باہمی مذکرات کئے جائیں، آپس کی دعوتوں اور ضیافتوں کا اہتمام کیا جائے، تاکہ قربانی کے جانور ٹھکانے لگ جائیں اور اس طرح، لگے ہاتھوں "قربانی" کے حکم پر بھی عمل ہو جائے"[55] مزید لکھتے ہیں حج کا یہ نقشہ اس بات کو لازم کرتا ہے کہ حج افراد امت مسلمہ پر فرض نہیں ہے بلکہ یہ ان کے سربراہوں، حکمرانوں یا منتخب افراد پر عائد ہوتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے امت مسلمہ کے نمائندوں پر نہیں بلکہ خود لوگو ں پر فرض کیا ہے چناچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا لازم ہے ہر اس شخص پر جو حج کی استطاعت رکھتا ہو۔2

ادائیگی حج سے متعلق بحث کا تجزیہ

حج دین اسلام کا ایک رکن ہے اور صاحب استطاعت پر فرض ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:" وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ البَيتِ ------عَنِ العٰلَمِينَ"[56] " اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی کا انکار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تو دنیا والوں سے بے نیاز ہے"۔ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا" بني الإسلام على خمس: شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله واقام الصلاة وايتاء الزكاة والحج وصوم رمضان "[57] اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا۔ زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کا روزہ رکھنا۔ حدیث جبرائیل جس کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے آپ ؐ نے اسلام کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا:

" الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ؐ وتقيم الصلاة وتوتى الزكاة وتصوم رمضان وتحج البيت ان استطعت اليه سبيلا۔"[58]

---

[55] قاسمی، تفسیر مطالب الفرقان کا علمی و تحقیقی جائزہ، 1: 600۔

[56] ال عمران 3:97۔

[57] مسلم بن حجاج مسلم، الجامع الصحیح (بیرات: دار احیاء التراث العربی، س ن) رقم الحدیث :45۔

[58] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث :3۔

"اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کر۔ زکوۃ ادا کر۔ رمضان کے روزے رکھ اور اگر بیت اللہ کی طرف جانے کی طاقت ہے۔ تو حج کر۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا:

"یاایها الناس قد فرض الله علیکم الحج فحجوا فقال رجل اکل عام یا رسول الله فسکت حق قالها ثلا ثا فقال رسول اللهؐ لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم۔"[59]

"اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کر دیا ہے: تم حج کرو۔ ایک آدمی نے پوچھا: کیا ہر سال؟ آپؐ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ اس نے یہ کلمہ تین بار کہا تو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔"

ان آیات و احادیث صریحہ سے معلوم ہوا کہ صاحب استطاعت پر عمر میں ایک بار حج فرض ہے۔ امام ابن قدامہ المقدسیؒ فرماتے ہیں۔

"وقد أجمعت الأمة على وجوب الحج على المستطيع مرة واحدة"[60]

امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ صاحب استطاعت پر عمر میں ایک مرتبہ حج واجب ہے۔ "اِنِ استَطَعتَ اِلَیهِ سَبِیلًا" کی تفسیر نبیؐ اور دیگر صحابہ کرام سے "الزادوالراحلہ"[61] "یعنی سفر اور سواری مراد ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ جس آدمی کے پاس سامان سفر اور سواری کا انتظام موجود ہو اس پر حج فرض ہے اور جو آدمی طاقت کے باوجود حج نہ کرے وہ ایک فرض کا تارک ہے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"من اطاق الحج فلم یحج ، فسواء علیه یهودیا مات او نصرانیا۔"[62]

"جو آدمی حج کی طاقت رکھنے کے باوجود حج نہ کرے برابر ہے اس پر خواہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔"

لہٰذا صاحب استطاعت آدمی بیت اللہ کا حج ضرور کرے اور کوشش کرے کہ استطاعت کی موجودگی میں جلد حج کرے کیونکہ موت کا علم کسی آدمی کو نہیں۔ اس لیے اپنی زندگی میں اس فریضہ سے سبکدوش ہو جائے۔ ان تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ متجددانہ رجحانات کے حاملین کا یہ موقف کہ حکومتی نمائندے یہ فریضہ ادا کریں یا پھر صرف منتخب لوگ یہ حج کا فریضہ ادا کریں یہ موقف دین اسلام کے سراسر خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں یہ حکم تمام لوگوں کے لئے عام ہے جو حج کی استطاعت رکھتے ہیں اس میں حکمران اور رعایا سبھی مسلمان سفر حج

---

59 مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1337۔

60 ابن قدامہ، عبداللہ بن محمد، المغنی (ترکی: دار عالم الکتب، 1997ء) 5:6۔

61 ابن کثیر عماد الدین، تفسیر ابن کثیر (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2010ء) 444:1۔

62 ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، 415:1۔

کی استطاعت رکھنے والے شامل ہیں۔ حتیٰ کی فوت ہونے والے کی طرف سے میت کی اولاد کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ یہ فریضہ میت کی طرف سے اس کی اولاد ہونے کے ناطے سے ضرور ادا کریں۔ کیونکہ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر یہ قرض باقی رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو ادا کر دیا جائے۔ لہٰذا نتیجہ یہ ہے کہ فریضہ حج کی ادائیگی میں متجددین کا موقف سراسر بے بنیاد اور تعبیر اسلام سے کوسوں دور ہے۔

زکوٰۃ سے متعلق متجددانہ رجحانات اور اس پر نقد

دین اسلام کا ایک اہم رکن زکوٰۃ ہے جو سال کے بعد صاحب نصاب پر فرض کی گئی ہے، زکوٰۃ کا نصاب اور شرح ہمیشہ غیر متبدل رہی جب کہ جزیہ اور خراج کی شرح میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں جزیہ کی شرح ایک دینار فی کس سالانہ تھی۔ اور رقم ہر بوڑھے، بچے، عورت اور معذور سب سے بحساب مشترکہ وصول کی جاتی ہے۔ حضرت عمر نے اس میں اصلاح کی، بوڑھے، بچوں اور معذوروں سے جزیہ ساقط کر دیا۔ باقی غیر مسلم معاشرہ کے مالی لحاظ سے تین طبقے مقرر کئے، جن سے علی الترتیب 4 دینار، 2 دینار، اور ایک دینار سالانہ کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا۔ اسی طرح قبیلہ بنی تغلب کے عیسائیوں نے مسلمانوں سے درخواست کی، کہ ان سے خراج کی بجائے دوگنا عشر لیا جائے تو مسلمانوں نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس دور میں زکوٰۃ دین کا اہم رکن سمجھا جاتا تھا اور اس کے احکامات غیر متبدل تھے، جب کہ جزیہ اور خراج کی شرح میں تغیر و تبدل کیا جاتا تھا۔ متجددانہ رجحانات کے حاملین میں سے بعض لوگ زکوٰۃ کو ٹیکس کہتے ہیں اور ان کے نزدیک اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ ان کے نزدیک زکوٰۃ ٹیکس ہے جو حکومت مسلمانوں پر عائد کر کے اسے وصول کرتی ہے اور اس بات کا حکم اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں کو دے رکھا ہے کہ وہ اپنی رعایا پر یہ ٹیکس عائد کریں اور اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی۔ اس لئے شرح زکوٰۃ کا انحصار ضروریات ملی پر ہے حتیٰ کہ ہنگامی صورتوں میں وہ سب کچھ وصول کر سکتی ہے جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو، اور جب کسی ملک میں اسلامی حکومت نہ ہو تو زکوٰۃ بھی باقی نہیں رہتی۔[63] متجددانہ رجحانات کے حاملین کا مذکورہ موقف چونکہ قرآن وسنت کی نصوص کے خلاف ہے اس لئے علما محققین نے اس کا نقد پیش کیا ہے اور ناقد محققین متجددانہ رجحان کے حاملین کا یہ موقف کہ جب کسی جگہ اسلامی حکومت نہ رہے تو زکوٰۃ بھی باقی نہیں رہتی " اس مفروضہ کے غلط ہونے کی یہ دلیل پیش ہے کہ مکی دور میں اسلامی حکومت کا نام ونشان تک نہ تھا لیکن مکی سورتوں میں بھی مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ معارج اور ذاریات دونوں میں مسلمانوں کو اپنے اموال سے سائل اور محروم کا حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا

[63] غلام احمد پرویز، قرآنی فیصلے (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، س ن) ص: 35۔

ہے اور یہ حکم اس وقت دیا گیا جب نہ اسلامی حکومت کا وجود تھا۔نہ عاملین زکوٰۃ کا صرف چند گنے چنے مسلمان تھے جو کفار کی سختیاں برداشت کرتے تھے اور پریشان حال تھے۔اس حالت میں بھی انہیں زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔جس سے صاف واضح ہے کہ زکوٰۃ کا حکم اسلامی حکومت کے وجود سے مشروط نہیں ہے۔اگر حکومت کی صورت میں حکومت کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا گیاہے تو ایسی حکومت کی غیر موجودگی میں بھی مسلمانوں کو انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی ویسا ہی حکم ہے۔اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ جیسے اہم دینی فریضہ کو حکومت کی شرط کے ساتھ مشروط نہیں کیا۔کئی انبیاء اور ان کے امتی حکومت قائم کر ہی نہ سکے۔ لیکن زکوٰۃ ان سے ساقط نہیں ہوئی[64] متجددانہ رجحانات کے حاملین کے نزدیک چونکہ زکوٰۃ اور ٹیکس متبادل الفاظ ہیں۔ان کے اپنے الفاظ میں جو کچھ ایک اسلامی حکومت عوام سے ٹیکسوں کی صورت میں وصول کرے وہ سب کچھ زکوٰۃ ہے۔اور اسی زکوٰۃ کا نام آج کے دور میں ٹیکس ہے۔لہٰذا ہم ان دونوں چیزوں کا فرق ذرا تفصیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک ان دونوں چیزوں کی حقیقت نام، مقاصد،مصارف،نتائج ،اور مزاج کسی ایک چیز میں بھی مماثلت نہیں ہے۔[65]

کیونکہ عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں مسلمانوں سے تو زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی اور غیر مسلموں سے خراج اور جزیہ عرب کا ہمسایہ ملک ایران ایک متمدن حکومت تھی۔ایران میں زمین داروں سے جو مالیہ وصول کیا جاتا تھا اسے "خراگ" کہتے تھے ،خراج اسی سے معرب ہے اور خراگ کے علاوہ دوسرے ٹیکسوں کو گزیت کہتے تھے ،خراج کا لفظ اسی سے معرب ہے اور خراگ کے علاوہ دوسرے ٹیکسوں کو گزیت کہتے تھے۔جزیہ کا لفظ اسی سے معرب ہے گویا غیر مسلموں پر وہی ٹیکس بحال رکھے گئے جو زمانہ کے دستور کے مطابق تھے مگر مسلمانوں سے یہ ٹیکس ساقط کر دیے گئے۔اور اس کے بجائے زکوٰۃ عائد کر دی گئی۔[66] ان ٹیکسوں اور زکوٰۃ میں دوسرا فرق یہ تھا کہ زکوٰۃ کا نصاب اور شرح ہمیشہ غیر متبدل رہی جب کہ جزیہ اور خراج کی شرح میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔مثلاً حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں جزیہ کی شرح ایک دینار فی کس سالانہ تھی۔اور رقم ہر بوڑھے ،بچے ، عورت ،معذور سب سے بحساب مشترکہ وصول کی جاتی تھی۔

زکوٰۃ سے متعلق بحث کا تجزیہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں فطری طور پر مال و دولت کی محبت کو جاگزیں کیا ہے قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں پتہ چلتا ہے

---

[64] کیلانی، آئینہ پرویزیت، ص: 338۔

[65] ایضاً، ص: 339۔

[66] ایضاً۔

کہ انسان مال پر حریص ثابت ہوا ہے۔ احادیث نبویہ کی روشنی میں بھی ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انسان کو اگر مال و دولت کی دو وادیاں دے دی جا ئیں تو یہ انسان تیسری کی خواہش رکھتا ہے آخر کار انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے دور نبوی ﷺ میں جب قبیلہ غامدیہ کی عورت کو زنا کے جرم میں سنگسار کیا گیا تو حضرت خالد بن ولید نے اسے ایک پتھر دے مارا۔ جس کے لگنے سے خون کے چند چھینٹے حضرت خالد بن ولید کے منہ پر پڑے، تو انہوں نے اس عورت کو گالی دی، جس پر آپؐ نے حضرت خالد بن ولید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"مهلا یا خالد فوالذی نفسی بیده لقد تابت توبة لو تابها صاحب مکس لغفر له۔" [67]

"اے خالد! یہ کیسی بات ہے؟ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے، اگر ایسی توبہ کوئی ٹیکس وصول کرنے والا بھی کرتا تو اس کو بھی معاف کر دیا جاتا۔"

اس حدیث سے پتہ چلا ٹیکس لینے والے کا جرم کسی صورت زنا سے کم نہیں ہے ایک اور مقام پر آپؐ ارشاد فرمایا: ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا اور مشکوٰۃ میں صاحب مکس کا معنیٰ "ای من یا خذ العشر ویزید علیه شیئا" جو لوگوں سے عشر وصول کرتا ہے اور اس سے کچھ زیادہ بھی لیتا ہے۔ ان الفاظ کے یہ معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں کہ عامل یا زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد جو کچھ بطور رشوت لیتا ہے وہ مکس ہے۔ اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وصول کنندہ حکومت عشر کی شرح میں اضافہ کر دے۔ مثلاً 10 فیصد کی بجائے 15 فیصد یا 5 فیصد چاہی یا نہری کی زکوٰۃ کے بجائے 7 فیصد وصول کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکومت عشر کے علاوہ کوئی دوسرا ٹیکس بھی عائد کرے، تاہم لغت اس تیسرے مفہوم کی تائید کرتی ہے اور یہ بات بھی قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ مکس کا لفظ ہی دوسری زبان میں جا کر ٹیکس بن گیا ہو، ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکس زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے ٹیکس کا نام ہے جو مسلمانوں پر عائد کیا جائے یا پھر اس اضافہ کا نام ہے جو شرح زکوٰۃ میں کیا جائے اور یہ ایک کبیرہ گناہ ہے [68] اسی طرح مقاصد کے اعتبار سے بھی زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق ہے۔ زکوٰۃ کے دو مقاصد بیان کئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ جو کوتاہیاں اور لغزشیں نادانستہ طور پر ہو جاتی ہیں، صدقہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہ کوتاہیاں معاف فرما دیتے ہیں، اور یہ کمائی پاک اور طیب ہو جاتی ہے۔ دوسرا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ صدقہ کی ادائیگی کی وجہ سے مال کی محبت سے پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریوں کے جراثیم سے انسان کا دل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح محاصل کے لحاظ سے بھی ٹیکس اور زکوٰۃ میں فرق ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے معاشرہ کو صرف دو

---

[67] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1695۔

[68] کیلانی، آئینہ پرویزیت، ص: 341۔

طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ایک وہ جن سے زکوٰۃ وصول کی جائے یہ لوگ اہل نصاب یا غنی ہیں، دوسرے وہ جن میں زکوٰۃ تقسیم کی جاتی ہے، یہ لوگ فقراء ومساکین ہیں۔ اصول یہ ہے کہ اہل نصاب یا اغنیاء پر زکوٰۃ کا مال خرچ نہیں کیا جاسکتا۔اس کے برعکس ٹیکس کی رقم کا بیشتر حصہ غریبوں کی جیب سے نکلتا ہے۔اسی طرح دونوں کے مصارف میں بھی فرق ہے۔زکوٰۃ کا سب سے بڑا اور اہم مصرف غریب طبقہ کی بنیادی ضروریات کی کفالت ہے، جب کہ ٹیکس ملکی ضروریات کو پورا کرنے اور رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ ہوتے ہیں، گویا یہ چیزیں سب کے لئے مشترک ہوتی ہیں۔ لیکن امیر طبقہ ہی ان سے زیادہ مفاد حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً اعلیٰ تعلیم حصول یا حصول انصاف جو کسی غریب کے بس کا روگ نہیں۔اسی طرح اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ امیر طبقہ اپنے اثر اور مسائل کی بناپر ہر چیز سے زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ گویا ٹیکس کی رقم جس کا زیادہ حصہ غڑیب کی جیب سے نکلا تھا، امیر اس سے زیادہ فائدہ اٹھاجاتا ہے۔لہٰذا متجددانہ رجحانات کے حاملین کا زکوۃ کو ٹیکس کا بدل قرار دے کر ایک نہایت اہم شرعی مسئلے سے راہ فرار اختیار کرنا دین اسلام کے احکام مبین اور نصوص صریحہ سے کھلواڑہ ہے متجددانہ رجحانات کے حاملین کے پاس اپنے موقف پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

نصاب زکوۃ سے استثنیٰ سے متعلق متجددانہ رجحان اور اس پر نقد

اسلامی ریاست کسی حال میں بھی نہ تو زکوۃ کی ادائیگی سے مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے اور نہ زکوۃ کے شرعی نصابات میں سے کسی قسم کی تبدیلی کی مجاز ہے کیونکہ صاحب حثییت مسلمانوں سے شرعی نصاب کے مطابق زکوۃ کی وصولی ایسے منصوص احکام ہیں جن کو بدلنے کا کسی فرد یا ادارے کو حق حاصل نہیں ہے جب کہ متجددانہ رجحانات رکھنے رکھنے والے بعض لوگوں نے شریعت کا یہ اختیار ریاست کو دے رکھا ہے کہ ریاست جب چاہے اور جس کے لئے چاہے صاحب نصاب کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ بھی کرسکتی ہے اور زکوٰۃ کا نصاب بدل بھی سکتی ہے۔ **ان** کے نزدیک ریاست کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ صاحب نصاب کو زکوۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ کر سکتی ہے اور وہ حالات کی رعایت سے زکوۃ کا سارا نصاب بدل سکتی ہے چنانچہ ان کا موقف یہ ہے کہ ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے اور جن چیزوں سے زکوۃ وصول کرے ان کے لئے عام دستور کے مطابق کوئی بھی نصاب مقرر کرسکتی ہے [69] دین اسلام کی درست تعبیر وتوضیح کے مطابق چونکہ زکوۃ کا حکم ایک محکم امر ہے جو صاحب نصاب پر ایک سال گزرنے کے ادا کرنا لازم اور ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت کی نصوص میں زکوۃ کی ادائیگی کا مکمل طریقہ، نصاب زکوۃ، مال ودولت، سوناچاندی، جانوروں وغیرہ پر زکوۃ کی تمام تر تفصیلات بیان کردی گئی ہیں جس کو بدلنے یا کسی خاص فرد کے لئے اس میں تخفیف کرنے کا حق کسی مسلمان آدمی خواہ رعایا ہو یا حاکم کسی کو نہیں دیا گیا جبکہ متجددانہ رجحانات کے حاملین نے یہ موقف اپنایا ہے کہ ریاست جب چاہے اور جس کسی

---

[69] غامدی، میزان، 353۔

کے لئے چاہے نصاب زکوۃ میں کمی وبیشی کر سکتی ہے۔چونکہ یہ موقف آئمہ محدثین کے فہم اور قرآن وسنت کی نصوص کے خلاف تھا،اس لئے اس پر علما محققین نے نقد کرتے ہوئے قرآن وسنت سے دلائل پیش کئے ہیں جن کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ متجددانہ رجحانات کے حاملین کا یہ موقف کسی صورت لائق التفات نہیں ہے۔ چنانچہ پروفیسر محمد رفیق چودھری صاحب لکھتے ہیں:

اسلامی ریاست کسی حال میں بھی نہ تو زکوۃ کی ادائیگی سے مسلمانوں کو مستثنی قرار دے سکتی ہے اور نہ زکوۃ کے شرعی نصابات میں سے کسی قسم کی تبدیلی کی مجاز ہے کیونکہ صاحب حثیت مسلمانوں سے شرعی نصاب کے مطابق زکوۃ کی وصولی ایسے منصوص احکام ہیں جن کو بدلنے کا کسی فرد یا ادارے کو حق حاصل نہیں ہے۔ [70]

اگر اسلامی ریاست کو یہ اختیار حاصل ہو تا کہ وہ صاحب نصاب مسلمانوں کو زکوۃ سے مستثنی کر سکتی ہوتی تو خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق بھی مانعین زکوۃ کو زکوۃ سے مستثنی قرار دے دیتے اور ان کے خلاف جہاد نہ کرتے تاکہ جنگ سے بچا جا سکے۔لیکن انہوں نے اس موقع پر اعلان فرمایا تھا کہ:

"واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلاۃ والزکاۃ، فان الزکاۃ حق المال، واللہ لومنعونی عقالا کانوا یودونہ الیٰ رسول اللہ لقاتلتھم علیٰ منعہ۔"[71]

اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا حالانکہ زکوٰۃ اللہ کا حکم ہے،اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ ایک رسی بھی جو وہ عہد نبیؐ میں بورز کوٰۃ دیتے تھے،روکیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

حضرت ابو بکر صدیق جانتے تھے کہ اگر آج ان لوگوں کو زکوۃ سے استثنیٰ دے دیا جائے تو کل یہ لوگ دین کے دوسرے احکام میں بھی استثنیٰ مانگنا شروع کر دیں گے تو اس کے نتیجے میں نہ ریاست اسلامی رہے گی اور نہ معاشرہ اسلامی رہے گا۔

[70] محمد رفیق چودھری، فتنہ غامدیت کا علمی محاسبہ (لاہور: مکتبہ قرآنیات، 2016ء) ص: 208۔

[71] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1399۔

نصاب زکوۃ سے استثنیٰ سے متعلق بحث کا تجزیہ

زکوٰۃ اسلام کے ارکان خمسہ میں شامل ایک اہم رکن ہے، جس کا تارک و منکر بلاشبہ کافرو مرتد ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں کافرو مشرک لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے:

"فَإِن تابوا وَأَقامُوا الصَّلوٰةَ وَءاتَوُا الزَّكوٰةَ فَإِخوٰنُكُم فِي الدّينِ"[72]

"اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔"

گویا امت امت مسلمہ میں شمولیت اور مسلم برادری کا حصہ بننے کے لئے ضروری ہے کہ کفر و شرک سے توبہ کی جائے، نماز ادا کی جائے اور زکوٰۃ ادا کی جائے۔ زکوٰۃ ایسا اہم دینی فریضہ ہے کہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے اگر کوئی صاحبِ نصاب شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے تو حکومت وقت جبری طور پر اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کی مجاز ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں جب بعض قبائل نے محض زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آپؓ نے ان کے خلاف قتال کیا اور بعض صحابہؓ کے شبہات پر آپؓ نے فرمایا:

"والله لأقاتلن من فرق بين الصلاة والزكوٰة فإن الزكوٰة حق المال والله! لومنعوني عنا قا كانوا يؤدونها إلى رسول الله لقاتلتهم على منعها"[73]

"اللہ کی قسم! جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے، میں اس کے خلاف ضرور قتال کروں گا۔ بلا شبہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اور اللہ کی قسم! اگر (بالفرض) لوگ بکری کا چھوٹا بچہ جو وہ بطورِ زکوٰۃ اللہ کے رسول کو دیا کرتے تھے، مجھے دینے سے انکار کردیں تو ان کے انکار پر میں نے ان کے خلاف جنگ کروں گا۔

زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اور معاشرتی سطح پر بہت سے فوائد و مصالح کی بنیاد بھی یہی نظام زکوٰۃ ہے۔ مالداروں کے زائد از ضرورت مال میں سے جہاں ایک انتہائی معمولی اور متعین حصہ بطور زکوٰۃ لیا جاتا ہے وہاں یہی جمع شدہ حصص معاشرے ہی کے ان افراد کی فلاح و بہبود اور کفالت و تربیت پر صرف ہوتے ہیں۔ جو نہ صرف غربت و افلاس کا شکار ہوتے ہیں بلکہ بعض دیگر وجوہات کی بنا پر معاشرے کے فعال رکن بننے سے قاصر ہوتے ہیں۔ معاشرے کے اس کمزور اور مستحق زکوٰۃ طبقہ سے اگر زکوٰۃ کی ضرورت واہمیت دریافت کی جائے تو یہ طبقہ اسلام کے نظام زکوٰۃ کو ایک بہت بڑی نعمت قرار دے گا۔ جبکہ اس کے برعکس وہ طبقہ جو زکوۃ دینے کا اہل قرار پاتا ہے، اس کا نقطہ نظر اول الذکر سے کہیں مختلف ہوتا ہے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ دینے سے ان کے مال میں کمی ہوتی ہے۔ جسے وہ خواہ مخواہ کی چٹی اور بارِ گراں محسوس کرتے ہیں، ایسے

---

[72] التوبۃ:9: 11۔

[73] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث :1400۔

لوگوں کو بھی اگر یہ کہہ دیا جائے کہ زکوٰۃ فرض نہیں بلکہ مستحب ہے تو ان کی تعداد میں بھی واضح کمی پیدا ہو جائے گی۔ جبکہ متجددانہ رجحانات کے حاملین کا موقف کہ ریاست زکوۃ کے نصاب میں کمی وبیشی کی مجاز ہے یہ موقف کسی صورت درست نہ ہے کیونکہ زکوۃ دین اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے جس میں شارع کے سوا کوئی ردوبدل نہیں کر سکتا مسلمانوں کا اجماع، اور آئمہ دین کی تصریحات سے یہی بات زیادہ مناسب ہے یہی وجہ تھی کہ سیدنا ابو بکر صدیق نے زکوۃ کو روکنے اور کمی کرنے والوں کو غیر مسلم گردانتے ہوئے ان کے خلاف اعلان جہاد فرمایا۔ بنیادی طور پر انسان حریص ہے اور مال سے محبت اس کی فطری کمزوریوں میں شامل ہے۔ اسلام نے انسان کی اس فطری کمزوری پر قابو پانے کے لئے زکوٰۃ کو فرض کر دیا ہے، جس کا باقاعدہ اسلام نے ایک مقرر نصاب دیا ہے۔ مندرجہ بالا دلائل کا منصفانہ تجزیہ کرتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں کہ اس مسئلہ پر متجددانہ رجحانات اپنانے والوں کا موقف بے بنیاد اور اسلاف امت کے اجماعی اور اصولی موقف کے خلاف ہے جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل اس پر نہایت واضح دلیل ہے۔ جو اس مسئلہ پر متجددانہ رجحان رکھنے والے لوگوں کی ذہنی اختراع کو ختم کر دیتی ہے۔